

لطیفہ ۴۱

توکل، تسلیم و رضا اور روزی کمانے کے بیان میں
اس لطیفے میں خوف اور امید کا ذکر بھی ہے

قال الاشرفؒ

التوکل هو تفویض الامور الی اللہ تعالیٰ - وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ط سید اشرف جہاں گیر نے فرمایا کہ توکل (درحقیقت اپنے) معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا ہے (اللہ فرماتا ہے) اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ توکل کے معنی مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے اور حق تعالیٰ کے وعدوں پر اعتماد کرنے کے ہیں۔ یہ امر یقینی ہے کہ جس شخص کو وثوق و اعتماد ہوتا ہے اسے حق تعالیٰ کی عنایت کافی ہے۔ التوکل ثقة باللہ یعنی توکل اللہ تعالیٰ کے ساتھ استوار ہونا ہے۔ شعر:

و کلت الی المحبوب امری کلہ

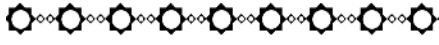
فان شاء احیا وان شاء تلفاً

ترجمہ: میں نے اپنے تمام امور محبوب کے سپرد کر دیے ہیں پس اگر چاہے تو زندہ رکھے چاہے ہلاک کر دے۔
توکل کی تین نشانیاں ہیں:

(۱) سوال نہ کرے (۲) جب غیب سے کشائش ہو تو رد نہ کرے۔ (۳) اگر حاصل کرے تو ذخیرہ نہ کرے۔

حضرت قدوة الکبریٰ فرماتے تھے کہ درحقیقت متوکل وہ شخص ہوتا ہے جس کی نظر اسباب پر نہ ہو بلکہ اسباب پیدا کرنے والے پر ہو۔ تمام ظاہری اور باطنی امور میں اسباب کی طرف متوجہ ہونا توکل کے خلاف ہے۔ (پس) جو شخص توکل کے باغ میں چلنا پھرنا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ (اس باغ میں) پھول کی خوشبو یا کانٹے کی چیخ جو بھی میسر ہو، ہر ایک میں

ط یہ قرآن حکیم کی آیت مبارکہ ہے۔ پارہ ۲۸، سورہ الطلاق، آیت ۳۔



اسباب پیدا کرنے والے کی خوش بوسونگھے۔ بیت

ترا وقتے بود روزی توکل
کہ خارِ خشک را بنی توکل ط

ترجمہ: اے سالک تجھے توکل کی نعمت اس وقت نصیب ہوگی جب تجھے خشک کانٹے میں بھی پھول کی چمک نظر آنے لگے۔

بعضے مشائخ نے توکل کی چار قسمیں بتائی ہیں۔

اول: متیقن جو یقین رکھتا ہے کہ روزی ہے، پہنچنے والی ہے کما قال علیہ السلام رزق العوام فی یمینہم و رزق الخواص فی یقینہم یعنی جیسے کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا، عوام کا رزق ان کے دائیں ہاتھ میں ہے اور خواص کا رزق ان کے یقین میں ہے۔

دوم: غالب جو زیادہ تر جانتا ہے کہ جو کچھ روزی ہے پہنچنے والی ہے۔ تھوری دیر میں رزق ضرور پہنچے گا۔

سوم: استوالطرفین جس کا دل رزق کے ہونے یا نہ ہونے پر یکساں حالت میں رہے۔

چہارم: مغلوب جو غالب کے برعکس ہوتا ہے (یعنی روزی کے بارے میں بے چین رہتا ہے)۔

حضرت قوت القلوب ط سے نقل فرماتے تھے، حقیقۃ التوکل الفرار من التوکل ای قطع الاسباب مع اطمینان

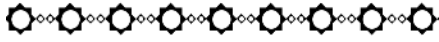
القلب بغير تردد وقيل التوکل ترک تدبیر النفس وعن بعض الحكماء انه قال مثل التقویٰ کمثل کفی المیزان والتوکل لسانہ وبہ يعرف الزیادہ والنقصان یعنی توکل کی حقیقت توکل سے فرار ہے یعنی کسی تشویش کے بغیر، اطمینان دل کے ساتھ اسباب سے بے تعلق ہو جانا اور بعض کے نزدیک توکل یہ ہے کہ نفس کی تدبیر کو ترک کر دیا جائے اور بعضے حکما کا قول ہے کہ تقویٰ اور یقین کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہیں اور توکل ان کی زبان ہے جس سے بیش و کم کا پتہ چل جاتا ہے۔

حاتم ط سے لوگوں نے دریافت کیا آپ کہاں سے کھاتے ہیں، فرمایا وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ

ط مطبوعہ نئے (ص ۲۴۲) اور خطی نسخے (ص ۶۲۴) دونوں میں دونوں مصرعوں میں ”توکل“ نقل ہوا ہے۔ دونوں مصرعوں میں ایک ہی قافیہ لانا خلاف اصول ہے۔ علاوہ ازیں دونوں مصرعوں میں توکل کا قافیہ برقرار رکھا جائے تو دوسرے مصرعے کوئی معنی ہی برآمد نہیں ہوتے۔ احقر مترجم کا قیاس ہے کہ دوسرا مصرع یوں ہوگا..... کہ خارِ خشک را بنی توکل..... اسی قیاس تصحیح کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

ط قوت القلوب۔ تصوف کی اہم ترین تصنیفات میں سے ہے۔ اس کے مصنف ابو طالب محمد بن علی بن عطیۃ الحارثی الحکمی م ۳۸۶ھ تھے۔ کتاب کا پورا نام ”قوت القلوب فی معاملۃ الحبیب“ ہے۔

ط مطبوعہ نسخے میں ان کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی گئی ہے۔ شاید ابو عبد الرحمن حاتم اصم، م ۲۳۷ھ مراد ہیں۔



الْمُنْفِقِينَ لَإِنْفِقُوهُمْ ۗ (ترجمہ: اور اللہ ہی کی ملک میں، آسمانوں اور زمینوں کے (سب) خزانے مگر منافق نہیں سمجھتے۔) حقیقی توکل یہ ہے کہ (بندہ) یہ یقین کر لے کہ بخشش اور ممانعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور (وہ) دائمی مہربان غافل نہیں ہے۔ تمہارا گمان یہ ہے کہ رزق کے بغیر چارہ نہیں ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ رزق کو تمہارے بغیر چین نہیں ہے۔ بیت:

بد نبال روزی چہ باید دوید
تو بنشیں کہ روزی خود آید پدید

ترجمہ: روزی کے پیچھے کیوں دوڑتا پھرتا ہے تو ایک جگہ جم کے بیٹھ جا، روزی خود بخود تیرے سامنے آئے گی۔
قیل الرزق رزقان، رزق یاتیہ و رزق یاتیک یعنی کہا گیا ہے کہ رزق دو طرح کا ہوتا ہے۔ وہ رزق جس کے پاس تو آتا ہے اور وہ رزق جو تیرے پاس آتا ہے۔ عمدہ رزق وہ ہے کہ گھر بیٹھے ہوئے شخص کو رزق پہنچ جائے۔
بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سید الطائفہ (جنید بغدادی) حضرت رابعہ کے ہاں ملاقات کے لیے آئے۔ حضرت رابعہ نے دریافت کیا کہ اے جنید آپ کے رزق کا کیا حال ہے؟ جواب دیا کہ اگر (اللہ تعالیٰ) دیتا ہے تو کھا لیتا ہوں اگر نہیں دیتا تو قانع رہتا ہوں۔ رابعہ نے کہا کہ ہماری گلی کے کتوں کی بھی یہی خاصیت ہے۔ (اس پر جنید نے) کہا، فرمائیے کہ پھر کیا کروں؟ ۱ بیت:

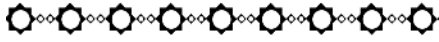
اگر نداد بکن شکر کاندراں خیرست
اگر بدادت بر بندگاں بکن ایثار

ترجمہ: اگر (رزاق حقیقی نے روزی) نہیں دی تو شکر ادا کر کہ اس میں خیر کا پہلو ہے۔ اگر تجھے (روزی) عطا ہوئی ہے تو اسے بندگان الہی پر ایثار کر۔
پیرہری نے فرمایا، ہاتھ کو متحرک رکھتا کہ تو کا ہل نہ ہو جائے۔ روزی کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ جان تا کہ کافر نہ بن جائے

۱۔ پارہ ۲۸۔ سورہ المنفقون، آیت ۷

۲۔ اس واقعے سے متعلق تاریخی احتمال یہ ہے کہ رابعہ بصری کا وصال بقول ابن خلکان ۱۳۵ ہجری یا ۱۸۵ ہجری میں ہوا۔ دیگر کتب تصوف میں اس روایت میں حضرت حسن بصری اور سفیان ثوری علیہ الرحمہ کا نام ہے۔ ”نجوم الزاہرہ“ میں رابعہ بصری کی وفات ۱۸۰ ہجری میں بتائی گئی ہے۔ مولانا جامی نے حضرت جنید بغدادی کی وفات ۲۹۷ھ تحریر کی ہے۔ اگر رابعہ بصری کی وفات ۱۸۵ ہجری میں اور جنید بغدادی کی عمر ۱۱۰ سال فرض کی جائے تو ان کی ولادت حضرت رابعہ بصری کی وفات کے بعد ہوئی ہوگی۔ ملاحظہ فرمائیں ”تاریخ تصوف در ایران“ جلد دوم مصنفہ ڈاکٹر قاسم غنی۔ تہران چاپ دوم ۱۳۳۰ ش صص ۳۱ اور ۳۹۔ احقر مترجم کا قیاس ہے کہ اصل روایت میں کسی اور بزرگ کا ذکر ہوگا لیکن صدیوں تک نقل در نقل کے باعث حضرت جنید بغدادی کا نام شامل ہو گیا۔ واللہ اعلم

۳۔ پیرہری سے غالباً خواجہ عبداللہ انصاری ہروی (م ۴۸۱ ہجری) مراد ہیں۔



ہاتھ کو حرکت دینے سے مراد یہ ہے کہ تو اندھیری رات میں بستر سے اٹھ جائے، وضو کرے اور نوافل ادا کرے۔ حضرت قدوة الکبراً فرماتے تھے کہ تسلیم کے معنی سپرد کرنا ہیں اور سپرد کرنے والے کو مالک ہونا چاہیے تاکہ سپرد کرنے کا فعل درست ہو۔ خلیل اللہ (علیہ السلام) نے کہا، اسلمت لرب العلمین (ترجمہ: میں نے اپنی گردن رکھ دی تمام جہانوں کے رب کے لیے) اس سپردگی کا بدلہ یہ تھا کہ فانی گھر گی^۱ (دنیا کی) فانی آگ جو مخلوق کی سلگائی ہوئی تھی خلیل اللہ پر ٹھنڈی ہوگئی اور یہ جو کہا وَأَفْوِضْ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ^۲ (اور میں اپنا (سب) معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔) اس تفویض کا بدلہ یہ ملا کہ دارِ بقا کی باقی رہنے والی آگ جسے اللہ نے سلگائی ہے حضرت رسالت علیہ السلام کے غلاموں پر ٹھنڈی ہوگئی۔

حضرت قدوة الکبراً فرماتے تھے کہ خود کو حق تعالیٰ کے سپرد کرنا یہ ہے کہ نعمت ہو یا مصیبت اس کی طرف سے جانے۔ ایک سے خوش اور دوسرے سے غمگین نہ ہو ورنہ حضوری کی کیفیت سے حجاب میں جاگرے گا کیوں کہ سپردگی حق کے ساتھ دل کا قرار ہے اور اس کی معرفت میں سچا ہونا ہے کہ مصیبت اور نعمت دینے والا صرف اللہ ہے۔ بیت:

بگذاشته ام مصلحتِ خویش بدو

گر بکشد و ور زندہ کند او داند

ترجمہ: ہم نے اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیے ہیں۔ اب مارے یا جلانے یہ وہی جانے۔

حضرت قدوة الکبراً فرماتے تھے کہ سپردگی اور ترکِ مداخلت بندگی کی علامت ہے۔ غلام کو آقا کی ملکیت میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ ایسا تصرف آقا کے حکم کی خلاف ورزی کے ضمن میں آتا ہے اور یہ کفر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَاسْتَكْتَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ^۳

فرمادیجیے میں اپنی جان کے لیے خود کسی نفع کا مالک نہیں اور نہ کسی نقصان کا مگر (اس کا) جو اللہ چاہے اور اگر (تعلیم حق کے بغیر) میں غیب جانتا تو یقیناً (بذات خود) بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو ایمان والوں کو (اللہ کی طرف سے) محض ڈرانے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں۔

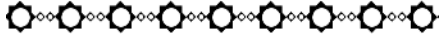
حضرت قدوة الکبراً فرماتے تھے کہ وہ عزیز بندہ جس سے مسبب (اللہ تعالیٰ) اسباب لے لیتا ہے وہ حق تعالیٰ کی رضا کا منتظر رہتا ہے اور ہر صورت حال میں کسی قسم کی تدبیریں اختیار نہیں کرتا کہ الآفة فی التدبیر والسلامة فی التسليم یعنی

^۱ مطبوعہ نئے (ص ۲۴۳) کی عبارت یہ ہے: ”سرد شدن آتش فانی بدار البقا کہ موقدش مخلوق بود“ اس عبارت میں ”بدار البقا“ سہو کتابت ہے یہاں

”بدار الفنا“ ہونا چاہیے تاکہ بعد کی عبارت کے مطابق ہو جائے۔ اس قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

^۲ پارہ ۹، سورہ الاعراف، آیت ۱۸۸۔

^۳ پارہ ۲۴، سورہ المؤمن، آیت ۴۴



تدبیر میں آفت ہے اور سپردگی میں سلامتی ہے۔ قطعہ

سلامت آں کسے باشد کہ در راہ
مسلم باشدش ارشاد تسلیم
بہاد اوبود حرکات سکناات
نہادہ در تو ومیدانت تسلیم ط

ترجمہ: راہ سلوک میں وہ شخص سلامتی کے ساتھ گزرتا ہے جو تسلیم کے حکم کو مانتا ہے۔ جس کی حرکات و سکناات سپردگی کے اشارے کے مطابق ہوتی ہیں اور جس کی بنیاد اور میدان میں بجز سپردگی کچھ نہ ہو۔

بندے کی سپردگی قاطع مصیبت ہوتی ہے۔ مقام خلیل اللہ ہے۔ حسبی من سواالی علمہ بحالی یعنی مجھے میرے سوال سے کفایت ہے اس کا علم میرے حال کے ساتھ ہے۔ شعر:

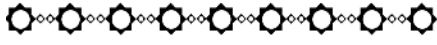
علم تسلیم ہیچ دانی چیت
ازہ بر سر نہند او تسلیم

ترجمہ: تجھے کچھ خبر ہے کہ علم تسلیم کیا ہے؟ یہ ہے کہ اس کے سر پر آ رہ چلائیں اور وہ جنبش نہ کرے۔

حضرت قدوة الکبر فرماتے تھے کہ اکثر مشائخ نے ہمیشہ دست کاری کے ذریعے روزی کمائی ہے اور دل و جان سے اس پر عمل کیا ہے۔ متقدمین مشائخ اور علما نے ہاتھ سے روزی کمانے کا شغل اختیار کیا ہے اور باعث عزت گمان کیا ہے۔ ہندوستان میں روزی کمانے کو بدترین عادات اور ذلیل ترین اخلاق میں شمار کیا جاتا ہے، اسی باعث بھیک اور محتاجی میں مبتلا کر دیے گئے ہیں۔ انھیں اس کی خبر ہی نہیں ہے کہ اکثر انبیا کسی پیشے اور کسب سے منسوب رہے ہیں چنانچہ کسب کی توہین کو ایک قسم کا کفر کہا گیا ہے کیوں کہ وہ توکل کی وادی میں آخری حد تک پہنچنے میں ناکام رہے اگر لوگ روزی کمانے کا شغل اختیار کرتے ہیں تو جائز ہے بلکہ لازم ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ۔^ط (پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ)۔

نقل ہے کہ ایک شخص کا کنبہ بڑا اور معاش کے ذرائع کم تھے حضرت شبلی رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پریشانی بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر لوٹ جا اور اس فرد کو جس کی روزی کا ذمہ اللہ تعالیٰ پر نہیں ہے اسے گھر سے نکال دے۔ وہ شخص شبلی کے جواب سے متنبہ ہوا اور گوشہ توکل میں بیٹھ گیا۔

ط اس قطعے کا دوسرا شعر خطی نسخے (ص ۶۲۵) کے مطابق نقل کیا گیا ہے۔ مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۲۴۳ پر چوتھا مصرع ”نہادہ در تو ومیدانت تسلیم“، نقل ہوا ہے۔ اس میں سہو کتابت کا احتمال پیدا ہوتا ہے۔ بہر حال مترجم نے اس قطعے کا ترجمہ بہ تکلف کیا ہے لیکن مطمئن نہیں ہے۔



اربابِ توکل کی تمثیل میں ایک حکایت

نقل ہے کہ ایک جماعت خواجہ جنید قدس اللہ روحہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو ہم تلاشِ رزق شروع کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھلا دیا ہے تو یاد دلاؤ۔ انھوں نے عرض کی کہ ہم مکان کے اندر توکل میں بیٹھ جائیں۔ فرمایا کہ تمہارے لیے یہ تجربہ مشکل ہوگا۔ انھوں نے عرض کی پھر حیلہ (بہانہ) کیا ہے؟ فرمایا حیلہ ترک کرنا ہی حیلہ ہے۔ قطعہ:

کزیں رہ می روی ہشیار می رو
تو نازِ نازنیناں راچہ دانی
بہ موسیٰ گو کہ برہر کو ہے تیغ است
ولے بر طور تیغ لن ترانی

ترجمہ: تو راستے سے جا رہا ہے ذرا ہوش کے ساتھ چل۔ تجھے نازنینوں کے ناز کی خبر نہیں ہے۔ (حضرت) موسیٰ سے کہو کہ ہر پہاڑ کی چوٹی پر تلوار ہے لیکن کوہِ طور پر لن ترانی (تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے) کی تلوار ہے۔

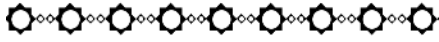
عوارف^ط میں اس گروہ کے مختلف احوال بیان کیے گئے ہیں، جو اسباب کے ساتھ گزر بسر کرتے ہیں یا اسباب سے بچتے ہیں۔ ان میں کوئی ایسا ہوتا ہے جو فتوح اور رزق معلوم کی طرف جلد مایل نہیں ہوتا۔ نہ کسب کرتا ہے نہ سوال کرتا ہے۔ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ کمائی ہوئی روزی سے پیٹ بھرتا ہے۔ کوئی فاقے کے وقت سوال کرتا ہے لیکن فاقہ اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص فاقے کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچ جائے۔

وہب رضی اللہ عنہ کے باے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اگر آسمان تانبا بن جائے اور زمین سیسے کی ہو جائے تو میں ہر حال میں رزق کا اہتمام کروں گا۔ لیکن اگر میرا رجان صرف رزق کی طرف ہی رہے تو میں مشرک ہو جاؤں گا۔

ابوعلیٰ رود باری فرماتے ہیں، اگر صوفی پانچ روز کے بعد یہ کہے کہ میں بھوکا ہوں تو فالنزموہ بالسوق و مروہ بالكسب (اسے ملازم بازار کرو اور کسب کا حکم دو)

یہاں ایک نکتہ پیدا ہوتا ہے۔ جو شخص روزی کمانا ترک کرے ذکر و فکر میں بیٹھ جائے یا اخلاص و استغراق کے لیے عبادت میں مشغول ہو جائے لیکن اس کے دل میں تشویش ہو، اور اس انتظار میں رہے کہ کوئی شخص آئے اور اس کے لیے کچھ لائے تو ایسے شخص کو ترک کسب روا نہیں ہے، البتہ وہ شخص جس کا دل قوی ہو اور حق تعالیٰ پر صبر و توکل کرنے کی طاقت رکھتا ہو

^ط عوارف۔ اس تصنیف کا پورا نام ”عوارف المعارف ہے، جسے شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۷۳۲ھ) نے تحریر فرمائی ہے۔



ایسے شخص کے لیے ترکِ کسب بہتر ہے۔ اگر کسی کسی شخص کے دل میں یہ اضطراب ہے کہ کوئی شخص اس کے گھر آئے اور اسے کچھ دے تو یہ خیال بھی ایک قسم کا سوال ہے جو دل سے کیا گیا پس ترکِ سوال ترکِ سبب سے بہتر ہے۔

قال الخوف ذكر والرجا انس ومنهما يولد حقائق الايمان لعني فرمايا كه خوف ذكر ہے اور رجا (امید) محبت ہے، ان دونوں سے حقائقِ ایمان پیدا ہوتے ہیں۔

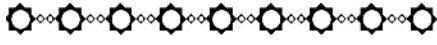
ايضاً، الخوف جن من جنود الله، لا يصح خوفه حتى لا يخاف من الحسنات كما يخاف من السيئات پھر (فرمایا) خوف اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک کوئی شخص نیکیوں سے ایسے ہی ڈرے جیسے برائیوں سے ڈرتا ہے۔ جس روز اخلاص سے نماز پڑھی ہو یا روزہ رکھا ہو یا پاک حج ادا کیا ہو، اس روز زیادہ ڈرنا چاہیے۔ (دراصل) خوفِ ایمان کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے۔

خشیت^ط عبارت ہے خوف سے۔ اس کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ (سفیان) ثوری نے فرمایا ہے کہ خوف حُون ہے۔ جنید (بغدادی) کا قول ہے کہ سانس کے شمار کے ساتھ عقوبت برداشت کرنا (خوف ہے) ابراہیم بن شعبان نے فرمایا، جب خوف دل میں بیٹھ جاتا ہے تو شہوتوں کی جگہوں کو جلا دیتا ہے اور اس سے دنیا کی رغبت دور کر دیتا ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلال سے دل کا لرزنا خوف ہے۔ کہا گیا ہے کہ خوف احکام کی متابعت سے دل کا قوی ہونا ہے۔ حاتم اصم کا قول ہے کہ ہر شے کے لیے زینت ہے، عبادت کی زینت خوف ہے۔ خوف کی علامت قصرِ امید ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ^ط (تو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو) خشیت عمل کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

انَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔^ط (اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔) جو شخص کسی شے سے ڈرتا ہے اس شے سے دور بھاگتا ہے (لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑتا ہے۔ جہاں کہیں خوف ہے دلیری نہیں ہے اور جہاں کہیں رجا (امید) ہے فرصت نہیں ہے۔ اگر اس کی (خوف کی) یا اُس کی (امید کی) دائمی قید میں رہے تو ایمان تباہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ الايمان بين الخوف والرجا (ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے) اس حقیقت کا بھید ہے۔

خوف اور امید پرندے کے دو پر ہیں۔ اگر اس پرندے کا ایک پر ناقص ہو تو ایک پر کی قوت سے اڑنے کی رفتار سست رہے گی جب تک دونوں پر یکساں اور برابر نہ ہوں۔ قطعہ:

^ط یہاں مطبوعہ نسخے (ص ۲۴۴) میں طویل عربی عبارت مع فارسی ترجمے کے تحریر کی گئی ہے۔ احقر مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا ہے۔



دو بالِ خوف ورجا مرغِ سالک از ہم زد
 پر یدِ تابِ آشیانِ وحدتِ خویش
 بریختِ پَرِ ہوائے گریز، خانہ گرفت
 کشادِ بال و پر از بیضہائے کثرتِ خویش

ترجمہ: سالک پرندے نے خوف و امید کے دو پروں کو حرکت دی اور اپنے آشیانہ وحدت کی طرف اڑا خواہش فرار (خوف) نے پرتوڑ دیا تو گوشے میں بیٹھ گیا اور اپنی کثرت کے انڈوں (امیدوں) سے بال و پر کھولے۔

خوف کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے مکر (تدبیر) سے محفوظ نہ رہ سکے، وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۱ (اور میں انہیں مہلت دیتا ہوں بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے) دس امور مکر کی علامت ہیں۔ اول بے ذوق طاعت، دوم بغیر توبہ کیے گناہ کرتے رہنا، سوم دعا میں بے اطمینانی کی کیفیت، چہارم علم بے عمل، پنجم حکمت بے نیت۔ ششم احترام کے بغیر نیک بندوں کی صحبت، ہفتم بدلہ لوگوں کی جانب رغبت، ہشتم بے اطمینانی، نہم اللہ کے آگے ایسی عاجزی جو یقین سے خالی ہو، دہم بندے کا غیر خدا پر بھروسا۔ آخر کی دو علامتیں سب سے بدترین ہیں۔

رجا کی علامت یہ ہے کہ بندہ طاعت میں لگا رہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم کی امید رکھے۔ دل کی قوت امید ہے۔ شیخ بیچلی معاذ رازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عنایتوں میں سے سب سے بڑی عنایت یہ ہے کہ بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کے کرم کی امید قائم رہے۔

لوگوں نے مالک بن دینار کو خواب میں دیکھا۔ ان سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ میں اُس بارگاہ عالی میں بہت زیادہ گناہوں کے ساتھ حاضر ہوا، مجھے تمام گناہوں سے پاک کر دیا گیا اُس یقین کی بنا پر جو مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا۔ انا عند ظن عبدی ۲ یعنی میں اپنے بندے کے گمان پر ہوں اس حقیقت کا بھید ہے۔ حق تعالیٰ نے بشر حافی سے ان کی وفات کے بعد دریافت کیا کہ تو دنیا میں مجھ سے کیوں ڈرتا رہا، ما علمت الکریم صفتی (کیا تو نہیں جانتا کہ الکریم میری صفت ہے) شعر:

امید واراں دستے زوند مدام بدوست
 اگر فرد گسلا نند در کہ آویزند

ترجمہ: امید وارانِ کرم ہمیشہ دوست کا سہارا پکڑتے ہیں۔ اگر دوست کا ہاتھ چھوڑ دیں تو پھر کس کے سہارے رہیں گے۔

۱ پارہ ۹۔ سورہ الاعراف، آیت ۱۸۳

۲ مطبوعہ نسخے (ص۔ ۲۴۵) میں یہ حدیث قدسی اس طرح نقل کی گئی ہے، ”أنا على ظن عبدی“، لیکن یہ درست نہیں ہے۔ یہاں خطی نسخے کے مطابق نقل کی گئی ہے۔